ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0242

Program: Matric (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس :سیرتِ طیبہ(0242)

کلیہ علوم اسلامیہ و عربی — درسِ نظامی پروگرام

سطح :میٹرک) درسِ نظامی(

سمسٹر :خزاں 2026 — Autumn 2026

امتحانی مشق نمبر 1

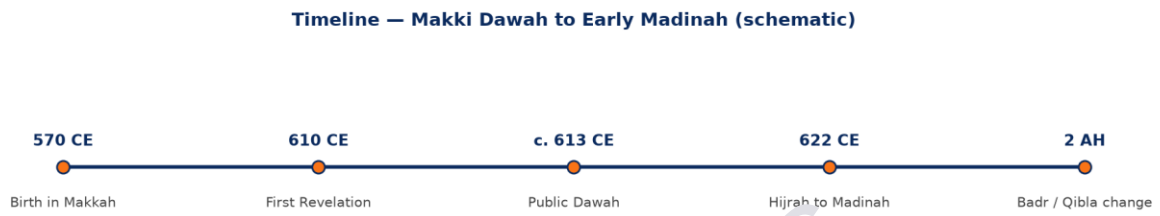
کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر 40 :

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference

نوٹ برائے طلبہ: یہ حل شدہ گائیڈ صرف مطالعہ اور رہنمائی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ امتحانی مشق اپنے الفاظ میں، کتاب اور اپنے مطالعے کی بنیاد پر خود لکھیں؛ اس گائیڈ کی عبارت بعینہٖ نقل کرنا تعلیمی بددیانتی کے زمرے میں آ سکتا ہے۔

مذہبی مواد سے متعلق نوٹ: اس گائیڈ میں قرآنِ مجید اور احادیث کے صرف مفاہیم اپنے الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں اور سورۃ/کتاب کے حوالے دیے گئے ہیں؛ لفظی اقتباسات گھڑے نہیں گئے۔ جہاں سیرت نگاروں یا علما کے درمیان اختلاف ہے وہاں اسے واضح کر دیا گیا ہے، اور عملی شرعی مسائل میں حتمی رہنمائی مستند علما سے حاصل کریں۔

کتابچے سے متعلق نوٹ: اصل کتابچے (0242) کی پی ڈی ایف میں اردو فونٹ کی خرابی کی وجہ سے متن جزوی طور پر الٹی ترتیب میں حاصل ہوا؛ سوالات انتہائی احتیاط سے پڑھ کر نقل کیے گئے ہیں۔ مشق نمبر 1 کے سوال 5 کا پہلا لفظ اور مشق نمبر 2 کے سوال 5 کے جزو (2) کے الفاظ ناقص طباعت کی وجہ سے ادھورے تھے؛ انہیں سیاق سے پڑھا گیا ہے اور متعلقہ سوال کے ساتھ نوٹ لگا دیا گیا ہے۔ کتابچے میں یونٹوں کی تقسیم درج نہیں ہے، اس لیے عنوان میں یونٹ نہیں لکھے گئے۔ کامیابی کے نمبر کتابچے میں 40 چھپے ہیں۔



شکل 1: مکی دعوت سے ابتدائی مدنی دور تک کے اہم واقعات کی تصویری ترتیب (انگریزی لیبل اسکیمیٹک خاکے کے لیے ہیں)

جواب — سوال نمبر 1

سوال نمبر 1: درج ذیل پر مختصر نوٹ تحریر کریں (1) کعبہ (2) حجاز (3) بنی ہاشم (4) بحرِ احمر۔ (20 نمبر)

تعارف

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس جغرافیائی اور سماجی پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی ولادت، پرورش اور بعثت ہوئی۔ یہ چاروں موضوعات — کعبہ، حجاز، بنی ہاشم اور بحرِ احمر — اسی پس منظر کے بنیادی اجزا ہیں۔ کعبہ مکہ مکرمہ کا دینی مرکز تھا، حجاز وہ خطہ تھا جہاں مکہ و مدینہ آباد تھے، بنی ہاشم وہ خاندان تھا جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے، اور بحرِ احمر وہ سمندر تھا جس کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے یہ خطہ تجارتی راستوں کا مرکز بنا۔ ذیل میں ہر موضوع پر مختصر مگر جامع نوٹ پیش کیا جاتا ہے۔

1. کعبہ — تعارف اور تعمیر کی روایت

کعبہ مکہ مکرمہ میں واقع وہ چوکور عمارت ہے جسے مسلمان اللہ کا گھر) بیت اللہ (کہتے ہیں اور جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے اس گھر کی بنیادیں بلند کیں اور لوگوں کو حج کی دعوت دی۔ قرآنِ مجید میں اس مفہوم کی طرف سورۃ البقرہ اور سورۃ ابراہیم میں اشارے ملتے ہیں کہ یہ گھر لوگوں کے لیے عبادت اور امن کا مرکز بنایا گیا؛ یہاں مفہوم بیان کیا جا رہا ہے، آیت کا لفظی اقتباس مقصود نہیں۔

بعثت سے پہلے بھی اہلِ عرب کعبہ کو مقدس سمجھتے تھے، اگرچہ شرک کے دور میں اس کے اندر و گرد بت رکھ دیے گئے تھے۔ قریش نے آپ ﷺ کی بعثت سے کچھ برس پہلے کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر کی تھی اور حجرِ اسود کو اس کی جگہ رکھنے کے مسئلے پر قبائل کے اختلاف کو نوجوان محمد ﷺ نے دانش مندی سے حل کیا تھا؛ سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ آپ ﷺ کی امانت و تدبر کی ابتدائی مثال کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ فتحِ مکہ کے موقع پر کعبہ کو بتوں سے پاک کیا گیا اور اسے اصل توحیدی مرکز کی حیثیت بحال ہوئی۔ کعبہ آج بھی عالمِ اسلام کے دینی مرکز، قبلہ اور حج و عمرہ کی مناسک کا محور ہے۔

2. حجاز — خطے کا تعارف

حجاز جزیرہ نما عرب کے مغربی ساحلی خطے کا نام ہے جو بحرِ احمر کے مشرقی کنارے کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مشہور شہر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف اور جدہ ہیں۔ اس خطے کو حجاز کہنے کی وجہ سیرت و لغت کی کتابوں میں یہ بیان ہوئی ہے کہ یہ پہاڑی سلسلہ نجد اور تہامہ کے درمیان حاجز یعنی رکاوٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ زیادہ تر پہاڑی اور ریگستانی علاقہ ہے جہاں بارش کم ہوتی ہے اور زراعت محدود وادیوں تک رہی ہے۔

مکہ مکرمہ زرعی لحاظ سے بنجر وادی میں واقع تھا، لیکن کعبہ کی وجہ سے مذہبی مرکز اور شام و یمن کے تجارتی قافلوں کے راستے پر ہونے کی وجہ سے تجارتی مرکز بن گیا۔ قرآنِ مجید کی سورۃ قریش میں قریش کے موسمِ سرما اور موسمِ گرما کے تجارتی سفروں کے مفہوم کا ذکر اسی تجارتی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں اسلام کی ابتدا ہوئی، ہجرت کے بعد مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا مرکز بنا اور یہیں سے دعوتِ اسلام جزیرہ نما عرب اور پھر دنیا بھر میں پھیلی۔ اس لیے حجاز کو سیرتِ طیبہ کا جغرافیائی گہوارہ قرار دیا جاتا ہے۔

3. بنی ہاشم — خاندانی پس منظر

بنی ہاشم قریش کا وہ معزز خاندان ہے جو نبی کریم ﷺ کے پر دادا ہاشم بن عبد مناف کی نسبت سے اس نام سے مشہور ہوا۔ ہاشم مکہ کے سرداروں میں سے تھے؛ انہوں نے حاجیوں کی مہمان نوازی اور اہلِ مکہ کے لیے سردی و گرمی کے تجارتی سفروں کی تنظیم میں نمایاں کردار ادا کیا اور ان کی سخاوت ضرب المثل بن گئی۔ ان کے بعد ان کے بھائی مطلب اور پھر ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب نے خاندان کی سربراہی سنبھالی۔ عبدالمطلب ہی نبی کریم ﷺ کے دادا تھے جنہوں نے زمزم کے کنویں کی ازسرِ نو کھدائی کی اور آپ ﷺ کی یتیمی کے بعد ابتدائی پرورش کی ذمہ داری نبھائی۔

نبی کریم ﷺ کا نسب اسی خاندان سے یوں ملتا ہے :محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ اسلام کی دعوت کے آغاز پر بنی ہاشم اور بنی مطلب نے آپ ﷺ کی حمایت کی، چنانچہ قریش کے بائیکاٹ کے دور میں شعبِ ابی طالب کی محصوری کا سامنا انہی دو خاندانوں کو کرنا پڑا اور ابو طالب کی سرپرستی آپ ﷺ کے لیے ایک مضبوط سہارا رہی۔ اس خاندان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیات بھی وابستہ ہیں۔ بنی ہاشم کا یہ کردار سیرت کے مکی دور کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

4۔ بحرِ احمر — سمندری راستہ اور اہمیت

بحرِ احمر یعنی سرخ سمندر جزیرہ نما عرب کے مغرب میں واقع وہ طویل سمندری گزرگاہ ہے جو ایک طرف افریقہ کے ممالک مصر، سوڈان اور حبشہ کو اور دوسری طرف حجاز و یمن کے ساحلوں کو الگ بھی کرتی ہے اور آپس میں جوڑتی بھی ہے۔ جدہ مکہ مکرمہ کی بندرگاہ کی حیثیت سے اسی سمندر کے کنارے آباد ہے۔ قدیم زمانے میں یہ سمندر مشرق و مغرب کی تجارت کا اہم راستہ تھا اور حجاز کے تاجر و مسافر اسی کے ذریعے دور دراز کے علاقوں سے جڑے ہوئے تھے۔

سیرتِ طیبہ میں بحرِ احمر کی سب سے نمایاں اہمیت ہجرتِ حبشہ کے واقعے سے ظاہر ہوتی ہے۔ مکہ میں ظلم و ستم بڑھنے پر نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر مسلمانوں کی دو جماعتوں نے اسی سمندر کو عبور کر کے حبشہ کا رخ کیا جہاں کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے انہیں پناہ دی اور انصاف کیا۔ یہ واقعہ سیرت کی مشہور کتابوں میں تفصیل سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ یمن و شام کے درمیان ہونے والی تجارت کا ایک حصہ بھی اسی سمندری راستے سے ہوتا تھا۔ یوں بحرِ احمر حجاز کو دنیا سے جوڑنے والا قدرتی ذریعہ تھا جس نے مکی دور کے کئی اہم واقعات میں براہِ راست کردار ادا کیا۔

جدول :1 سوال کے چار موضوعات کا خلاصہ

موضوع	مختصر تعارف	سیرت سے تعلق
کعبہ	مکہ مکرمہ میں بیت اللہ؛ قبلہ و حج کا مرکز	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کی روایت؛ فتحِ مکہ پر تطہیر

حجاز	جزیرہ عرب کا مغربی خطہ؛ مکہ، مدینہ، طائف	سیرت کے واقعات کا جغرافیائی میدان
بنی ہاشم	قریش کا معزز خاندان؛ ہاشم بن عبد مناف کی نسل	نبی کریم ﷺ کا خاندانی پس منظر؛ شعبِ ابی طالب
بحرِ احمر	حجاز کے مغرب میں سمندری گزرگاہ	ہجرتِ حبشہ کا راستہ؛ تجارتی رابطہ

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ کعبہ مکہ کا دینی دل، حجاز سیرت کا جغرافیائی میدان، بنی ہاشم آپ ﷺ کا خاندانی پس منظر اور بحرِ احمر اس خطے کا دنیا سے رابطے کا ذریعہ تھا۔ ان چاروں کا باہمی تعلق سمجھے بغیر مکی دور کے واقعات، خصوصاً دعوت کی ابتدا، ہجرتِ حبشہ اور قریش کی معاشی و سماجی طاقت کو پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت کی درسی کتابوں میں اصل واقعات سے پہلے یہ تعارفی مباحث رکھے جاتے ہیں تاکہ طالب علم واقعات کو ان کے صحیح پس منظر میں دیکھ سکے۔

جواب — سوال نمبر2

سوال نمبر 2: محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغِ اسلام سے متعلق ابتدائی کوششوں پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔ (نمبر 20)

تعارف

نبی کریم ﷺ کی تبلیغی زندگی کا آغاز چالیس برس کی عمر میں غارِ حرا میں پہلی وحی کے نزول سے ہوا۔ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد آپ ﷺ پر دعوت و تبلیغ کی عظیم ذمہ داری آئی۔ سیرت کی کتابوں میں اس ابتدائی دور کو عام طور پر دو حصوں میں بیان کیا جاتا ہے: پہلا خفیہ دعوت کا دور جو تقریباً تین برس جاری رہا، اور دوسرا اعلانیہ دعوت کا دور جس کا آغاز کوہِ صفا پر قریش کو جمع کر کے خطاب سے ہوا۔ ذیل میں ان ابتدائی کوششوں کی تفصیل ترتیب وار پیش کی جاتی ہے۔

پہلی وحی اور دعوت کی تیاری

بعثت سے پہلے آپ ﷺ مکہ کے شور و شر سے الگ ہو کر غارِ حرا میں عبادت و غور و فکر فرمایا کرتے تھے۔ رمضان کی ایک رات حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے اور سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں پڑھنے اور قلم سے علم حاصل کرنے کے مفہوم پر زور ہے۔ آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی، آپ کے اخلاق کی گواہی دی اور سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی۔ پھر وحی میں کچھ وقفہ آیا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات میں اٹھ کر لوگوں کو خبردار کرنے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرنے کا مفہوم ارشاد ہوا، جس کے بعد دعوت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔

اس ابتدائی مرحلے کی خصوصیت یہ تھی کہ دعوت انتہائی حکمت اور رازداری سے دی گئی۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے ان لوگوں کو دعوت دی جن کی سچائی پسندی اور اچھے اخلاق پر آپ کو اعتماد تھا۔ چنانچہ خواتین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسی شخصیات دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

خفیہ دعوت کا دور اور دارِ ارقم

تقریباً تین برس تک دعوت خفیہ انداز میں جاری رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کا پورا معاشرہ شرک اور آبائی رسم و رواج میں جکڑا ہوا تھا اور اچانک اعلانیہ دعوت سے نوزائیدہ جماعت شدید خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ اس دور میں ایمان لانے والوں کی تعداد سیرت نگار مختلف بیان کرتے ہیں، تاہم یہ بات متفق علیہ ہے کہ مسلمان گھروں میں یا ویران گھاٹیوں میں نماز ادا کرتے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

اسی دور میں حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کا گھر، جو کوہِ صفا کے قریب واقع تھا، دعوت و تعلیم کا مرکز بنا اور دارِ ارقم کے نام سے مشہور ہوا۔ یہاں نئے مسلمان جمع ہوتے، قرآن سیکھتے اور آپ ﷺ کی تربیت پاتے تھے۔ یہ مرکز دراصل پہلی باقاعدہ دینی درسگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور کی دعوت کا مرکز توحید کی تعلیم، آخرت کی یاد

دہانی، اخلاق کی اصلاح اور مظلوموں کی ہمدردی تھا۔ اسی خاموش محنت نے وہ پختہ بنیاد فراہم کی جس پر بعد کا کھلا مقابلہ برداشت کرنا ممکن ہوا۔

اعلانیہ دعوت کا آغاز

جب مسلمانوں کی ایک معقول جماعت تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کرنے اور پھر دعوت کو کھلے عام پیش کرنے کا حکم آیا، جس کا مفہوم سورۃ الشعراء اور سورۃ الحجر کی آیات میں ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے پہلے بنی ہاشم کو کھانے پر بلا کر دعوت دی، پھر کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کے قبائل کو نام لے کر پکارا۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی چالیس سالہ سچی اور امین زندگی کی گواہی ان سے لی اور پھر انہیں آنے والے عذاب سے ڈرایا اور توحید کی دعوت دی۔

اس اعلان پر ابو لہب نے سخت ناراضی ظاہر کی اور یہیں سے کھلی مخالفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے دعوت کا ہر موقع استعمال کیا: بازاروں میں، حج کے موسم میں مکہ آنے والے قبائل کے خیموں میں جا کر، اور طائف کے سفر میں بھی آپ ﷺ نے پیغام پہنچایا۔ اعلانیہ دعوت کے اس مرحلے میں آپ ﷺ کا اسلوب سچائی، نرمی، دلیل اور صبر پر مبنی تھا؛ کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی گئی بلکہ ہر ایک کو سوچنے کی دعوت دی گئی۔

مخالفت کے باوجود استقامت

اعلانیہ دعوت کے جواب میں قریش نے طرح طرح کے حربے استعمال کیے: پہلے ابو طالب کے ذریعے دباؤ ڈالا، پھر مال و سرداری کی پیشکش کی، آپ ﷺ کو جادوگر، کاہن اور شاعر کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی، اور کمزور مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ حضرت بلال، حضرت عمار اور ان کے والدین حضرت یاسر و حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم پر ہونے والے مظالم اس دور کی مشہور مثالیں ہیں جن میں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کی پہلی شہیدہ قرار پائیں۔

ان حالات میں بھی آپ ﷺ نے دعوت کا طریقہ نہیں بدلا۔ آپ قرآن کی تلاوت کے ذریعے دلوں کو متاثر کرتے رہے، مظلوم مسلمانوں کو صبر کی تلقین فرماتے رہے اور جب مکہ میں رہنا دشوار ہوا تو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔ قریش کے بائیکاٹ اور شعبِ ابی طالب کی محصوری کے تین سخت سال بھی آپ کی استقامت کو متزلزل نہ کر

سکے۔ یوں ابتدائی کوششوں کا یہ دور صبر، حکمت اور تدریج کا بہترین نمونہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت کا کام جلد بازی سے نہیں بلکہ منصوبہ بندی اور ثابت قدمی سے آگے بڑھتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ تبلیغِ اسلام کی ابتدائی کوششیں پہلی وحی کے بعد خفیہ دعوت سے شروع ہوئیں، دارِ ارقم میں تربیت و تنظیم کی شکل اختیار کیں، پھر صفا کی پکار سے اعلانیہ مرحلے میں داخل ہوئیں اور مخالفت و مظالم کے باوجود صبر و استقامت کے ساتھ جاری رہیں۔ اسی دور میں وہ بنیادی جماعت تیار ہوئی جس نے ہجرت کے بعد مدنی دور کی تعمیر کی بنیاد رکھی۔ آج کے داعی کے لیے بھی یہی اصول رہنما ہیں کہ دعوت حکمت سے، ترتیب سے اور کردار کی سچائی کے ساتھ دی جائے۔

جواب — سوال نمبر3

سوال نمبر :3 درج ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں (1) قبلہ (2) مدینہ (3) مسجدِ قباء (4) منافقین۔ 20) نمبر (

تعارف

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی تعمیر کا آغاز ہوا اور اس دور کے ابتدائی برسوں میں چند ایسے اہم امور سامنے آئے جنہیں سمجھے بغیر مدنی سیرت کا مطالعہ مکمل نہیں ہوتا۔ قبلہ مسلمانوں کی عبادت کی سمت ہے، مدینہ وہ شہر ہے جو اسلام کا مرکز بنا، مسجدِ قباء مدینہ کے نواح میں تعمیر ہونے والی اولین مسجد ہے اور منافقین وہ طبقہ ہے جو مدنی معاشرے کے اندرونی مسائل کی بڑی وجہ بنا۔ ذیل میں ہر موضوع پر مختصر نوٹ پیش کیا جاتا ہے۔

1. قبلہ — عبادت کی سمت

قبلہ اس سمت کو کہتے ہیں جس کی طرف رخ کر کے مسلمان نماز ادا کرتے ہیں اور عبادت کی دیگر رسوم انجام دیتے ہیں۔ ہجرت کے بعد ابتدائی عرصے میں مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ سیرت و تفسیر کی کتابوں میں بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ کعبہ کو قبلہ مقرر کیا جائے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا گھر اور عربوں کا دینی مرکز تھا۔ شعبان 2 ہجری میں سورۃ البقرہ کی آیات نازل ہوئیں جن کے مفہوم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی خواہش پوری کرتے ہوئے مسجدِ حرام یعنی کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔

قبلے کی تبدیلی کا واقعہ مسجدِ بنی سلمہ میں پیش آیا جہاں نماز کے دوران حکم پہنچا اور نمازیوں نے اسی حالت میں رخ بدل لیا، اسی لیے وہ مسجد آج بھی مسجدِ قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہلاتی ہے۔ اس تبدیلی کی حکمتوں میں یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس سے سچے مومنوں اور کمزور ایمان والوں کی آزمائش ہو گئی اور مسلمانوں کو ایک مستقل اور متحد عبادتی سمت مل گئی۔ آج دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی قبلے کی طرف نماز پڑھتے ہیں جو امت کے اتحاد کی عملی علامت ہے۔

2. مدینہ — شہر کا تعارف

مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا۔ ہجرت کے بعد اسے مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر کہا جانے لگا اور یہی نام مدینہ کی صورت میں مشہور ہوا۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے شمال کی طرف واقع ہے اور اس کے اطراف میں لاوے کی کالی پہاڑیاں اور کھجور کے باغات تھے۔ یہاں کے بڑے قبائل اوس اور خزرج تھے جو عرب تھے، اور ان کے ساتھ یہودیوں کے تین قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ بھی آباد تھے۔ اوس و خزرج آپس کی طویل جنگوں سے تنگ آ چکے تھے، اسی لیے انہوں نے اسلام کی دعوت کو امن کی امید سمجھ کر قبول کیا۔

عقبہ کی دو بیعتوں کے بعد یہ شہر ہجرت کے لیے تیار ہوا اور 622 عیسوی، 1 ہجری میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ اسلام کا پہلا باقاعدہ مرکز بن گیا۔ یہاں مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی، مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم ہوئی اور میثاقِ مدینہ کے ذریعے ایک منظم شہری معاشرہ وجود میں آیا۔ آج مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی اور روضۂ رسول ﷺ کی وجہ سے یہ شہر ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے۔ سیرت کے نقطۂ نظر سے مدینہ مدنی دور یعنی اسلامی ریاست، معاشرت اور قانون کی تعمیر کا میدان ہے۔

3. مسجدِ قباء — اولین مسجد

قباء مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں واقع ایک بستی تھی جہاں بنو عمرو بن عوف کا قبیلہ آباد تھا۔ ہجرت کے سفر میں نبی کریم ﷺ مدینہ کے مرکزی حصے میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دن قباء میں ٹھہرے۔ یہیں آپ ﷺ نے اسلام کی اولین مساجد میں سے اس مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجدِ قباء کہلاتی ہے۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے آ کر آپ ﷺ سے ملے اور قباء ہی کے قیام کے دوران قصواء پر سوار ہو کر آپ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

قرآنِ مجید کی سورۃ التوبہ میں اس مسجد کا ذکر اس مفہوم کے ساتھ آیا ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی، اس میں کھڑے ہونے کی زیادہ حقدار ہے۔ مفسرین کی بڑی جماعت نے اس سے مراد مسجدِ قباء لی ہے۔ احادیث کی کتابوں میں مسجدِ قباء میں نماز کی فضیلت بھی منقول ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہاں دو رکعت نماز کا ثواب ایک عمرے کے برابر بیان ہوا ہے؛ یہ مفہوم ہے، حدیث کا لفظی متن نہیں۔ آج بھی زائرین مدینہ اس مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اس مسجد کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ہجرت کے واقعے کی زندہ یادگار اور مدنی دور کا نقطۂ آغاز ہے۔

4۔ منافقین — مدنی معاشرے کا اندرونی مسئلہ

منافق اس شخص کو کہتے ہیں جو زبان سے ایمان کا اقرار کرے مگر دل میں کفر چھپائے رکھے۔ مکہ میں یہ طبقہ تقریباً موجود نہیں تھا کیونکہ وہاں اسلام قبول کرنا نقصان کا سودا تھا، لیکن مدینہ میں اسلام کو طاقت ملنے کے بعد کچھ لوگ دنیاوی مفاد، قبائلی عصبیت یا قیادت کے لالچ میں بظاہر مسلمان ہو گئے مگر دل سے مخالفت رکھتے رہے۔ ان کا مشہور سردار عبداللہ بن ابی تھا جو نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ کا متوقع سردار سمجھا جاتا تھا اور اسی محرومی کی چبھن اس کی نفاق کی بڑی وجہ بیان کی جاتی ہے۔

منافقین کی سرگرمیوں میں جنگوں کے مواقع پر نکالنا اور فتنہ پھیلانا، غزوۂ احد کے موقع پر تین سو ساتھیوں سمیت الگ ہو جانا، واقعۂ افک جیسی تہمتوں میں حصہ لینا اور مسجدِ ضرار کی صورت میں الگ اڈا بنانا شامل ہے۔ قرآنِ مجید نے کئی مقامات، خصوصاً سورۃ التوبہ میں ان کے کردار کو بیان کر کے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور سورۃ المنافقون تو ان کے نام پر ہی نازل ہوئی؛ یہاں صرف سورۃ کے موضوع کی طرف اشارہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بظاہر اقرار کرنے والوں کے ساتھ دنیاوی معاملات میں عدل کا رویہ رکھا اور دلوں کے احوال کا فیصلہ اللہ پر چھوڑا۔ کسی شخص کے بارے میں نفاق کا حتمی حکم لگانا یا اس پر دنیاوی سزا کا نفاذ علما اور اہلِ اختیار کا کام ہے، طالب علم کا کام صرف تاریخی وصف سمجھنا ہے۔

جدول :2 مدنی دور کے ابتدائی مباحث کا خلاصہ

موضوع	زمانہ/مقام	اہم نکتہ

قبلہ	شعبان 2 ہجری؛ مسجدِ بنی سلمہ (قبلتین)	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تبدیلی
مدینہ	سابقہ نام یثرب؛ اوس و خزرج کا شہر	اسلامی ریاست کا پہلا مرکز
مسجدِ قباء	قباء کے بعد پہلی؛ ہجرت کے آغاز میں تعمیر	تقویٰ پر بنی اولین مساجد میں سے ایک
منافقین	مدنی دور میں ظہور؛ سردار عبداللہ بن ابی	اندرونی فتنہ؛ قرآن میں سورۃ المنافقون و التوبہ میں تذکرہ

USMAN NOTES www.usmannotes.com

خلاصہ

مختصراً یہ کہ قبلے کی تبدیلی نے مسلمانوں کو متحد عبادتی شناخت دی، مدینہ نے اسلام کو پہلا منظم مرکز فراہم کیا، مسجدِ قباء نے ہجرت کی یادگار کے طور پر تقویٰ پر مبنی مسجد کا نمونہ پیش کیا اور منافقین کے باب نے مدنی معاشرے کے اندرونی چیلنج کو نمایاں کیا۔ یہ چاروں مباحث ہجرت کے بعد کے ابتدائی برسوں کو سمجھنے کی کنجی ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مدنی دور کی تعمیر عبادت، تنظیم اور اخلاقی نگرانی کے ملا جلا نظام سے ہوئی۔

جواب — سوال نمبر4

سوال نمبر 4: غزوۂ بدر پر جامع نوٹ تحریر کریں۔ (نمبر 20)

تعارف

غزوۂ بدر اسلام اور کفر کے درمیان ہونے والا پہلا بڑا معرکہ ہے جو 17 رمضان المبارک 2 ہجری کو بدر کے میدان میں پیش آیا۔ بدر مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں واقع ایک مقام تھا جہاں کے کنوؤں کے پاس مکہ و شام کے تجارتی قافلے پڑاؤ ڈالتے تھے۔ اس غزوے کو قرآنِ مجید میں یوم الفرقان یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا دن قرار دینے کا مفہوم سورۃ الانفال میں ملتا ہے۔ اس نوٹ میں غزوے کے اسباب، دونوں فوجوں کی کیفیت، واقعات، نتائج اور اسباق کو

جامع انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اعداد و شمار جہاں دیے گئے ہیں وہ سیرت کی مشہور کتابوں میں عموماً منقول روایات کے مطابق ہیں؛ بعض جزئیات میں سیرت نگاروں کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

پس منظر اور اسباب

ہجرت کے بعد مدینہ کے مسلمانوں اور قریشِ مکہ کے درمیان کشیدگی جاری تھی۔ قریش نے مسلمانوں کا مال مکہ میں ضبط کر رکھا تھا اور مدینے پر حملے کی دھمکیاں معمول تھیں۔ رمضان 2 ہجری میں اطلاع ملی کہ ابو سفیان کی سربراہی میں قریش کا بڑا تجارتی قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو لے کر نکلے، مگر قافلہ راستہ بدل کر نکل گیا اور اس کی اطلاع پر مکہ سے ابو جہل کی سربراہی میں تقریباً ایک ہزار کا مسلح لشکر مسلمانوں کو ختم کرنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا۔ یوں اصل مقصد قافلے تک پہنچنا تھا لیکن حالات جنگ کی طرف چلے گئے۔

روانگی سے پہلے نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سمیت قابلِ اعتماد صحابہ کو قافلے کی خبر کی تصدیق کے لیے بھیجا اور بدر کے کنوؤں کے پاس پہنچ کر دشمن کی نقل و حرکت کی درست معلومات حاصل کی گئیں۔ یہ جاسوسی و معلومات کا انتظام جنگ کی تیاری کا اہم حصہ تھا کیونکہ اسی سے پتا چلا کہ قافلہ نکل چکا ہے اور اب سامنا لشکر سے ہوگا۔ اس مرحلے پر بعض صحابہ کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ وعدہ قافلے کا تھا، لشکر کا نہیں، مگر مشورے کے بعد سب نے کامل اطاعت کا ثبوت دیا۔

اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اور انصار کی طرف سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے مکمل وفاداری کی یقین دہانی کرائی۔ یہ مشاورت اس بات کی دلیل ہے کہ اتنے بڑے فیصلے میں بھی آپ ﷺ نے ساتھیوں کو اعتماد میں لیا۔ اسی رات فرشتوں کی مدد کی بشارت کا مفہوم بھی روایات میں مذکور ہے اور آپ ﷺ نے رات عبادت و دعا میں گزاری، جس میں اللہ سے اپنے وعدے کی تکمیل کی التجائیں کی گئیں۔

دونوں لشکروں کی کیفیت اور معرکہ

مسلمانوں کی تعداد سیرت کی کتابوں میں عموماً تین سو تیرہ بیان کی جاتی ہے جن کے پاس سامانِ جنگ بہت کم تھا: چند گھوڑے، ستر کے قریب اونٹ اور محدود اسلحہ۔ اس کے مقابلے میں قریش کا لشکر تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس تھا۔ نبی کریم ﷺ نے صف بندی کی، پانی کے کنوؤں کے قریب پڑاؤ کی حکمت

عملی حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اختیار کی گئی اور لشکر کو باقاعدہ صفوں میں مرتب کیا گیا۔

جنگ کا آغاز عرب رسم کے مطابق انفرادی مبارزت سے ہوا جس میں حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم نے قریش کے سورماؤں کا مقابلہ کیا۔ پھر عام حملہ شروع ہوا۔ مسلمان قلیل تعداد کے باوجود ایمان، نظم اور قربانی کے جذبے سے لڑے۔ اس دن بارش بھی ہوئی جس سے میدان کی زمین مسلمانوں کے لیے قدرے مضبوط ہو گئی، جیسا کہ سورۃ الانفال میں اس فضل کی طرف اشارہ مذکور ہے۔ نتیجتاً قریش کو شکست ہوئی؛ ان کے ستر کے قریب آدمی مارے گئے جن میں ابو جہل سمیت ان کے بڑے سردار شامل تھے، اور ستر قیدی بنے۔ مسلمانوں میں سے چودہ صحابہ نے شہادت پائی۔ یہ اعداد بھی سیرت نگاروں کے عموماً منقول بیانات کے مطابق ہیں۔

قیدیوں کا مسئلہ اور نتائج

جنگ کے بعد قیدیوں کے بارے میں مشورہ ہوا۔ بعض صحابہ نے فدیہ لے کر چھوڑنے اور بعض نے سخت سلوک کی رائے دی؛ آخر میں فدیہ کا فیصلہ ہوا اور جو قیدی پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان کے لیے مسلمان بچوں کو تعلیم دینا فدیہ قرار پایا، جو اس دور کی تعلیم دوست پالیسی کی خوبصورت مثال ہے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے اصول بھی اسی موقع پر واضح ہوئے جن کا مفہوم سورۃ الانفال میں بیان ہوا۔

قیدیوں کے ساتھ سلوک میں نبی کریم ﷺ نے رہنمائی فرمائی کہ انہیں صحابہ کے گھروں میں رکھا جائے، کھانا اچھا کھلایا جائے اور تکلیف نہ دی جائے؛ صحابہ نے خود روکھی سوکھی کھا کر قیدیوں کو بہتر غذا دی جس کا ذکر خود قیدیوں نے بھی کیا۔ بعض قیدی بغیر فدیے کے بھی احساناً چھوڑ دیے گئے۔ یہ رویہ اس دور کے عرب جنگی رواج سے بالکل مختلف تھا جہاں قیدیوں کے ساتھ سخت سلوک معمول تھا۔

بدر کی فتح کے اثرات دور رس نکلے۔ مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کی دھاک پورے جزیرہ نما عرب میں بیٹھ گئی، یہودی قبائل اور منافقین حساب کتاب کرنے پر مجبور ہوئے اور قریش کی تجارتی و عسکری ساکھ کو شدید دھچکا لگا۔ دوسری طرف مکہ میں انتقام کا جذبہ بھڑکا جس کا نتیجہ اگلے سال غزوۂ احد کی صورت میں نکلا۔

غزوۂ بدر کے اسباق

اس غزوے سے پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ کامیابی کا اصل دارومدار تعداد اور اسلحے پر نہیں بلکہ ایمان، نظم و ضبط، قیادت پر اعتماد اور اللہ پر بھروسے پر ہوتا ہے۔ دوسرا سبق مشاورت کی اہمیت کا ہے کہ قائد اہم فیصلوں میں ساتھیوں کو شریک کرے۔ تیسرا سبق قیدیوں کے ساتھ انسانی سلوک اور تعلیم کو فدیہ بنانے سے ملتا ہے کہ اسلام جنگ میں بھی اخلاق اور علم کی قدر سکھاتا ہے۔ چوتھا سبق یہ ہے کہ مشکل حالات میں صبر اور دعا مومن کا سہارا ہوتے ہیں۔ یہی اسباق بدر کو صرف ایک جنگ نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے درسگاہ بنا دیتے ہیں۔

جدول :3 غزوۂ بدر — دونوں فریقوں کا موازنہ (عموماً منقول روایات)

پہلو	مسلمان	قریشِ مکہ
تعداد	تقریباً313	تقریباً1,000
قیادت	نبی کریمﷺ	ابو جہل
سامان	چند گھوڑے، تقریباً 70 اونٹ؛ محدود اسلحہ	بھرپور اسلحہ و رسد
نتیجہ) روایات کے مطابق(	14شہدا	70مقتول، 70 قیدی

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر قلیل، بے سروسامان مگر منظم و پرعزم مسلمانوں کی عظیم اکثریتی دشمن پر فتح کا نام ہے۔ اس نے مدنی ریاست کو استحکام دیا، قریش کی طاقت کا بھرم توڑا اور مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیے۔ اس کے انتظامی، اخلاقی اور تربیتی اسباق آج بھی اتنے ہی تازہ ہیں جتنے اس دن تھے، اسی لیے اس دن کو حق و باطل میں فرق کا دن کہا جاتا ہے۔

جواب — سوال نمبر5

سوال نمبر 5: حج کے اہم واقعات قلم بند کریں۔ 20) نمبر] (نوٹ: کتابچے کے اس سوال کا پہلا لفظ ناقص طباعت/فونٹ کی وجہ سے اصل فائل میں ادھورا ہے؛ قرینۂ قیاس اور سیرت کے سیاق سے اسے ''حج'' پڑھا گیا ہے اور جواب اسی مناسبت سے ترتیب دیا گیا ہے۔]

تعارف

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے اور اس کے مناسک کی جڑیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت سے جا ملتی ہیں۔ سیرتِ طیبہ کے مطالعے میں حج سے متعلق واقعات سے مراد وہ اہم مراحل ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے حج و عمرے کے احکام کو عملی شکل دی، مکہ کے شرکیہ اثرات سے ان مناسک کو پاک کیا اور آخری حج میں امت کو مکمل رہنمائی فراہم کی۔ ذیل میں ان واقعات کو تاریخی ترتیب سے قلم بند کیا جاتا ہے تاکہ طالب علم کو پوری تصویر واضح ہو جائے۔ تفصیلی خطبۂ حجۃ الوداع مشق نمبر 2 کے سوال میں الگ سے آئے گا، اس لیے یہاں اس کی صرف جھلک دی گئی ہے۔

حج کی شرعی حیثیت اور تاریخی پس منظر

سیرت و دینی کتابوں میں بیان ہے کہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لوگوں میں حج کے اعلان کا حکم ملا، جس کا مفہوم سورۃ الحج کی آیات میں ملتا ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب حج کرتے رہے لیکن اس میں شرکیہ رسوم، بت پرستی اور بازاری بے حیائی شامل ہو گئی اور اصل ابراہیمی طریقہ ماند پڑ گیا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد بھی ابتدائی برسوں میں مکہ قریش کے قبضے میں تھا اس لیے حج کی ادائیگی مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھی؛ البتہ نماز، روزے کے ساتھ حج کا اصل تعلق اسی گھر سے تھا جس کی طرف قبلہ مقرر ہوا۔

مدنی دور میں جب حالات بدلے تو حج کی فرضیت کے بارے میں علما کے درمیان یہ بحث معروف ہے کہ اس کا حکم کس سال نازل ہوا؛ عام طور پر 9 ہجری کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس جواب میں کسی ایک رائے کو قطعی قرار نہیں دیا جا رہا؛ قطعی فتویٰ علما کا کام ہے۔ اتنا متفق علیہ ہے کہ حج صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اور نبی کریم ﷺ نے خود ایک ہی حج ادا فرمایا جبکہ عمرے آپ ﷺ سے چار منقول ہیں۔ یہ توازن طالب علم کو فرق سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ سنتِ عملی کی پیروی تعداد سے نہیں، طریقے سے ہوتی ہے۔

عمرۂ حدیبیہ اور عمرۂ قضا

حج و عمرے سے جڑا پہلا بڑا واقعہ 6 ہجری کا ہے جب نبی کریم ﷺ تقریباً چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرے کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے، مگر قریش نے حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور صلح ہوئی جس کی ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال واپس جائیں گے اور اگلے سال عمرہ کریں گے۔ بظاہر یہ شرط سخت تھی مگر یہی سفر بعد کی کامیابیوں کی بنیاد بنا۔ اس واقعے کی پوری تفصیل مشق نمبر 2 میں آئے گی، یہاں اس کا ذکر حج کی تاریخ کے تسلسل کے لیے ضروری تھا۔

7ہجری میں اسی وعدے کے مطابق مسلمان مکہ آئے اور عمرۂ قضا ادا کیا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کی سعی کی اور تین دن مکہ میں قیام فرمایا۔ اس موقع پر مسلمانوں کے وقار، صفائی اور نظم و ضبط نے اہلِ مکہ کو متاثر کیا اور کئی لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف میلان پیدا ہوا۔ یہ عمرہ دراصل فتحِ مکہ سے پہلے کی اخلاقی فتح تھی جس نے ثابت کیا کہ حج و عمرہ صرف عبادت نہیں، کردار کی نمائش بھی ہے۔

9ہجری کا حج اور مشرکین سے براءت کا اعلان

فتحِ مکہ 8) ہجری (کے بعد 9 ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج مقرر کر کے قافلہ روانہ کیا۔ اس سال سورۃ التوبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن کے مفہوم میں مشرکین کو دی گئی مہلت، مسجدِ حرام سے شرک کی صفائی اور آئندہ سے مناسک کے خالص توحیدی نظم کی ہدایات شامل تھیں۔ ان آیات کے اعلان کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا اور انہوں نے منیٰ میں لوگوں کے سامنے یہ ہدایات سنائیں۔ روایات میں اس اعلان کے اہم نکات میں یہ بات بھی ہے کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کعبہ کا طواف برہنہ حالت میں نہیں کیا جائے گا۔

اس واقعے کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بعد حرمین کے مناسک جاہلی رسموں سے مکمل پاک ہو گئے اور حج خالص ابراہیمی و محمدی طریقے پر قائم ہو گیا۔ یہ تبدیلی اچانک نہیں لائی گئی بلکہ فتح، صلح اور تدریجی اصلاح کے مراحل سے گزری؛ اس سے سیاسی و دینی اصلاح کا یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ بڑی تبدیلیاں حکمت اور مرحلہ وار منصوبہ بندی سے مستحکم ہوتی ہیں۔ اگلے ہی سال اسی صاف شدہ ماحول میں آخری و جامع حج ادا ہوا۔

حجۃ الوداع — آخری حج کی جھلک

10ہجری میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ سے حج کا قصد فرمایا۔ ذو الحلیفہ سے احرام باندھا گیا اور لاکھ سے زائد، بعض روایات میں اس سے کم یا زیادہ بیان ہونے والے، صحابہ کا قافلہ آپ کے ساتھ تھا۔ 9 ذو الحجہ کو عرفات میں آپ ﷺ نے وہ تاریخی خطبہ دیا جس میں جان، مال اور عزت کی حرمت، سود اور جاہلی انتقام کا خاتمہ، عورتوں کے حقوق، غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور کتاب و سنت سے وابستگی کی ہدایات شامل تھیں۔ اسی سفر میں مزدلفہ، منیٰ، قربانی اور رمیِ جمار سمیت تمام مناسک آپ ﷺ نے خود ادا کر کے دکھائے اور فرمایا کہ مفہوماً حج کے طریقے مجھ سے سیکھ لو؛ یہ مفہوم ہے، لفظی اقتباس نہیں۔

اسی حج کے دوران سورۃ المائدہ کی اس آیت کے نزول کا ذکر ہوتا ہے جس کے مفہوم میں دین کی تکمیل اور نعمت کے اتمام کی خبر ہے۔ حج سے واپسی پر غدیرِ خم کا قیام اور پھر مدینہ واپسی کے بعد چند ماہ میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس لیے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہا جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل مشق نمبر 2 کے چوتھے سوال کا موضوع ہے؛ یہاں صرف اتنا یاد رکھنا کافی ہے کہ یہ حج تمام پچھلے واقعات کا نقطۂ عروج تھا جس میں مناسک بھی مکمل ہوئے اور امت کو آخری اجتماعی نصیحت بھی مل گئی۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ سیرت میں حج کے اہم واقعات ابراہیمی پس منظر سے شروع ہو کر عمرۂ حدیبیہ و قضا، 9 ہجری کے اصلاحی اعلان اور بالآخر حجۃ الوداع تک کا سفر ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مناسکِ حج محض رسوم نہیں بلکہ توحید، نظم، مساوات اور عالمگیر اخوت کا عملی مظاہرہ ہے جہاں امیر و غریب ایک ہی لباس میں ایک ہی مرکز کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ طالب علم کے لیے یہ واقعات حج کی عبادتی عظمت کے ساتھ اس کے تاریخی ارتقا کو بھی واضح کر دیتے ہیں۔